TQ Lesson 216 Surah Sajdah 1-14 tafsir2

آگے چلنے سے پہلے آیت نمبر 5 کا نچوڑ یا خلاصہ پھر ہمارے سامنے کیا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر یا امر جو ہے وہ اللہ کی طرف سے واپس لوٹتا ہے ایک ہی دن میں جسے فرشتے لے کر چلتے ہیں، فرشتے لے کر جاتے ہیں اور "**صَعُود** " یعنی اوپر چڑھنے کا یا آنے جانے کا جو فاصلہ ہے وہ اتنا ہے کہ جو غیر فرشتہ ہے وہ 1000 سال میں طے کرے یا اس سے قیامت کا دن مراد ہے کیوں؟ کہ اس دن انسانوں کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے۔ اور یہ جو دن ہے جس کو اللہ رب العزت کبھی کہتے ہیں کہ یہ دن تمہارے ہاں کے 1000 سال کے برابر ہوا کرتا ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ 50000 سال کے برابر ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ یوں کہتے ہیں 1000 سال جو ہم گنتے ہیں اور کبھی کیا کہتے ہیں کہ 50000 سال تو یہ دن کون سا دن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مختلف انداز میں کہا کہ تین جگہوں پر قرآن میں اس کا ذکر ملا ہے تینوں جگہ اس کی جو مدت ہے یا زمانہ ہے وہ مختلف ہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ جو تین مقامات ہیں اور تینوں جگہ الگ الگ دن مراد ہے سورۃ الحج آیت 47 میں یوم لفظ کا مطلب کیا ہے وہ مدت اور زمانہ جو اللہ کے ہاں ہے پھر سورۃ المعارج میں یوم کی مقدار 50000 سال بتائی گئی اور یہاں پہ کتنی مقدار ہے 1000 سال۔ یہ دن ہے کون سا؟ کیوں اس کی مدت کے تعین میں فرق ہے؟ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ یعنی ایک رائے یہ ہے کہ یوم حساب مراد ہے کیونکہ حساب کا دن کچھ لوگوں کے لیے ہلکا ہوگا کچھ کے لیے بھاری ہوگا اور ایک رائے کیا ہے کہ بعض علماء نے اس پر توقف کیاہے کہ اس یوم کا تعین اور تفسیر اللہ کے سپرد کر دی جائے وہ یہ کہتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے (توقف کے معنی کیا ہیں؟ خاموشی بہتر ہے) اور اس کی حقیقت اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے؟ اور اللہ ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے اور میں اس کو برا سمجھتا ہوں کہ قرآن میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔ یہ بھی آیات متشابہات میں سے ہیں۔ اللہ ہی کو اس کی کیفیت معلوم ہے اور بہرحال آیت نمبر 6 جو ہے اس میں اللہ رب العزت نے اپنا تعارف کروایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسا ہے وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست اور رحیم اگلی آیت بڑی خوبصورت ہے

آیت نمبر 7۔ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ
ترجمہ۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ الَّذِي وہ ذات جس نے **أَحْسَنَ** خوب بنائی، خوبصورت بنائی ،احسان کے درجے پر حسین بنائی **كُلَّ شَيْءٍ ۖ** ہر چیز **خَلَقَهُ** جو چیز بھی اس نے بنائی۔ تو جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اب آپ دیکھئے کہ یہ ایک آیت ہے اور اس ایک آیت میں اللہ رب العزت یہ بتا رہے ہیں کہ چونکہ اللہ عالم الغیب ہے اور ظاہر اور پوشیدہ دونوں کا جاننے والا ہے زبردست ہے اور رحیم ہے جب اس کی ایسی اور ایسی صفات ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا، اللہ تعالیٰ کے غلبے کا، اللہ تعالیٰ کے زبردست ہونے کا، اللہ کے علم کا منشا یہ ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی بنایا اس کا اپنا ایک حسن ہے اور اس کی اپنی ایک انفرادیت ہے اس کے معنی کہ چونکہ اللہ کی صفات ایسی اور ایسی ہیں اس لیے ان صفات کی حکمت یہ ہے یا ان کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے جو کچھ بھی بنایا اس میں ہر چیز کا اپنا ایک حسن ہے اور اپنی انفرادیت ہے اور آپ دیکھ لیں کہ ریت کے دو ذرے

بھی آپس میں مختلف ہیں ہاتھوں کی دو لکیریں بھی آپس میں مختلف ہیں ایک درخت کے دو پتے بھی آپس میں ملتے نہیں ہیں اور ایک اس کے معنی کیا ہیں کہ اس کی بنائی ہوئی ہر چیز منفرد ہے دوسرے معنی کیا ہیں حسین ہے۔ بعض نے اَ **حْسَنَ** کے معنی **"أَتْقَنَ و اَحْكَمَ "** کے کئے ہیں، یعنی ہر چیز مضبوط اور پختہ بنائی۔ بعض نے اسے **"اَ لْهَمَ "**کے مفہوم میں لیا یعنی ہر مخلوق کو ان چیزوں کا الہام کردیا جس کی وہ محتاج ہےاور یہ جو آیت ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کی خلقت، اس کی تخلیق حسین اور بہتر بنائی ہے اور اگر آپ ایک ایک چیز پر غور کرنا شروع کریں تو ہر چیز اپنی ذات میں ایک حسن رکھتی ہے اور ان سب سے زیادہ حسین اور بہتر اللہ تعالی نے کس کو بنایا؟ انسان کو بنایا **وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ** اللہ رب العزت خود کہتے ہیں کہ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی تو اب آپ یوں دیکھیں آپ غور کریں کہ کائنات بڑی حسین ہے بڑی خوبصورت ہے بڑی بہترین ہے لیکن ان میں سب سے بہترین کیا ہے انسان **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (4)** سورت التین **أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** بہترین شکل و صورت میں انسان کو پیدا کیا اب آپ دیکھئے کہ بہت سی چیزیں مثلاً کتا ہے خنزیر ہے سانپ بچھو شیر بھیڑیا بظاہر دیکھیں تو یہ زہریلے اور درندے جانور ہیں عام نظروں میں برے سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر آپ مصلحت کے لحاظ سے دیکھیں تو دنیا میں ان میں سے کوئی برا نہیں ہے کیوں

؎ نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

تو جو بھی چیزیں دنیا میں وجود رکھتی ہیں حیوانات ہیں نباتات ہیں یا جمادات ہیں جو کچھ بھی ہے ہر چیز کو پیدا کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے ان کے اندر ایک حسن ہے مثلاً آپ غصہ ہی دیکھ لیں غصہ ہمیں تو بہت برا لگتا ہے لیکن اسلام کے خاطر اگر ہمیں غصہ آئے تو یہ کیا ہے یہ پسندیدہ ہے اسی طرح حرص ہے تو حرص اچھی چیز تو نہیں ہے لیکن نیکیوں کی حرص یہ بڑی اچھی چیز ہے اسی طرح ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ بظاہر جو چیزیں ہمیں بری لگتی ہیں لیکن بعض جگہوں پہ ان کا استعمال بہت بہترین ہے۔ وہ بہت اچھا ہے اور ہمیں بھی اپنی زندگی میں اس کا استعمال کرنا چاہئے اس سے پھر ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو تو کائنات کی ہر ہر چیز میں حسن و جمال نظر آتا ہےسبزہ ہے دریا پہاڑ وادیاں بادل برکھا سورج تارے یہ تو بے جان چیزیں ہیں مگر ان کا حسن خود بخود نمایاں ہوتا ہے نظر آتا ہے اور جانداروں کا حسن وہ بھی بہت زیادہ ہےاور ان سب سے بڑھ کر ہے۔ انسان کا حسن سب سے بہترین ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کا شاہکار ہے انسان **حسنِ عظیم** کا شاہکار ہے۔

؎ "دھنک شفق مہتاب گھٹائیں بجلی تارے نغمے پھول اس کے دامن میں کیا کچھ ہے ہاتھ میں دامن آئے تو"

تو کائنات کے دامن میں بہت کچھ ہے بہت حسین ہے اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور یہ بات بھی بڑی خوبصورت ہے

؎ ایک عکس نا تمام پہ عالم کو وجد ہے
کیا پوچھنا ہے آپ کے حسن و جمال کا

اور پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کائنات کے بارے میں کہ اس کے اندر جو نظم ترتیب حسن اور جمال ہے بار بار کہتے ہیں جیسے کیا کہا **صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ (88)**سورۃ النمل آیت 88 میں آپ پڑھ چکی ہیں اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو انتہائی کمال سے پیدا کیا پھر آپ سورۃ الحجر آیت 19 میں پڑھ چکی ہیں **وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ (19)** ہم نے اس میں ہر چیز مناسب اور موزوں اگائی ہے اور Robinson کہتا ہے "اے آسمانوں! مجھ کو خبر دو اے دریاؤں!

مجھ کو بتاؤ اے زمین! مجھ کو جواب دو اے بے شمار ستاروں! تم بولو کون سا ہاتھ ہے جس نے تم کو افک میں تھام رکھا ہے اور اے شبِ چہاردہ کس نے تیری تاریکی کو خوبصورت بنا دیا ہے تو کس قدر **پُرشکوہ** (عظیم الشان)اور تو کتنی عظیم ہے تو خود بتا رہی ہے کہ تیرا کوئی ثانی ہے جس نے تجھ کو بغیر کسی زحمت کے بنایا ہے"۔ اس کی شاعری میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ یہ کائنات اللہ نے بنائی ہے اور کتنی خوبصورت بنائی ہے کتنی اچھی بنائی ہے اور اس سلسلے میں میں آپ کو یہ بات بھی بتانا چاہتی ہوں امریکہ کا ایک شاعر ہے **"وائٹ مین والٹ"** اس نے ایک نظم میں کہا تھا"۔ کائنات میں گھاس کی پتی کو وہی اہمیت حاصل ہے جو کسی ستارے کی شعاع کو۔ میرے ہاتھ کا ایک جوڑ انسان کی بنائی ہوئی ہر مشین سے بہتر ہے یہ سر جھکا کر چلنے والی گائے ہر مجسمے سے حسین تر ہے ایک چیونٹی یا چوہے کی تخلیق اتنا بڑا اعجاز ہے کہ اگر دنیا کے ملحد اس پر غور کریں تو کروڑوں ایمان لے آئیں"۔ تو آپ دیکھ لیجئے کہ ان ساری باتوں سے ہمیں کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ تعالی نے کائنات کو بڑا خوبصورت بنایا ہے اور پھر یہ ساری چیزیں ہمیں توحید کی طرف دعوت دیتی ہیں اچھا اس آیت کو پڑھنے کے بعد ایک دعا ہے جو ہم سب کو پڑھنی چاہئے **اَللّٰهُمَّ أَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي** کہ اللہ تعالی تو نے میری شکل بڑی خوبصورت بنائی ہے میرے اخلاق کو بھی خوبصورت کردے تو آئینہ دیکھنے کی یہ دعا ہے الفاظ تھوڑے بہت مختلف ہمیں اس کے ملتے ہیں تو ہم آگے چلتے ہیں اور چلتے چلتے جو بات یاد رکھنے والی ہے پھر وہی بات کہ ہمیں جو ہے کائنات پر غور و فکر کرنا چاہیے **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** ہمیں پکار اٹھنا چاہیے کیونکہ کائنات پر ہم غور کریں گے تو حیران ہو کر دنگ ہو کر یہ کہہ اٹھیں گے کہ **تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ ، فَلَكَ الحَمْدُ)** . تو اصل بات یہی ہے کہ کائنات بڑی خوبصورت ہے **الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ**ؕ جو چیزی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اور پھر اس میں ایک اور بہت خوبصورت بات جس کا میرے دل پر بھی بہت اثر ہوا میں نے سوچا کہ آپ کے سامنے میں اس بات کو بھی رکھتی ہوں کہ اگر ہم یوں غور کریں کائنات پر اور اپنے وجود پر تو کتنا زیادہ میرا اور آپ کا ایمان بڑھے گا اور میں اور آپ اللہ کے اور کتنے زیادہ قریب آ جائیں گے کیونکہ غور و فکر کرنے سے انسان اللہ کے قریب آتا ہے تو آپ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو دیکھیں اور پاؤں کی انگلیوں کو دیکھیں کہ اگر انسان کی دونوں ٹانگیں برابر نہ ہوتیں تو پھر ہم کیا کرتے ؟ کتنی مشکل ہوتی۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ اللہ کی تخلیق ہے اور اتنی خوبصورت تخلیق ہے یہ اس کا ایک کرشمہ ہے اگر دونوں ٹانگوں میں بال برابر بھی فرق ہوتا تو پھر ہمارے لیے زندگی دوبھر ہو جاتی لیکن ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں برابر نہیں ہیں اس لیے کہ یہاں مقصود کچھ اور ہے اگر ٹانگیں برابر نہ ہوتیں تو انسان بے ڈھب ہو جاتا اور چلنے کے لائق نہ رہتا اور اگر ہاتھ کی انگلیاں برابر ہو جائیں تو انسان ان ہاتھوں سے کام نہ کر سکتا۔ انگوٹھا ایک خاص کام انجام دے رہا ہے چھوٹی انگلیاں کچھ اور کام اور بڑی انگلیاں کچھ اور کام اور مل کے ایک پنجہ بن جاتا ہے اور پھر ہم ایک کام کرتے ہیں **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (14) سورة المؤمنون** تو ایک ایک چیز پر آپ غور کریں **وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ** پھر اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی اب آپ دیکھ لیں انسان جو سب سے زیادہ خوبصورت اور قیمتی اور بہترین چیز ہے اس کو سب سے حقیر چیز سے پیدا کیا ہوا چلتی ہے آگ جلتی ہے پودے بڑھتے ہیں پھلتے پھولتے ہیں ان کے اندر ایک حرکت ہے اور وہ بلندی پر بھی ہیں لیکن مٹی زمین پستی حقیر اللہ تعالی نے حقیر مٹی سے انسان کی ابتداء کی **وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ** اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی۔

آیت نمبر 8۔ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ

ترجمہ پھر اُس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے

پھر اس نے بنایا پھر اس نے جو گارا تھا اس سے چلائی **نَسْلَهُ** اس کی نسل۔ نسل جو ہے **(ن س ل)**اس کے معنی ہوتے ہیں الگ ہونا، جدا ہونا اور آپ دیکھ لیجئے کہ ایک نسل دوسری نسل سے جدا ہوتی چلی جاتی ہےایک ہی مرد اور عورت ہوتے ہیں پھر ان کی ایک نسل پھر دوسری نسل پھر تیسری نسل اور ہر نسل دوسری نسل سے الگ ہوتی چلی جاتی ہے تو اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کر کے پھر اس کی نسل بنائی اور نسل کس سے بنائی؟ نسل کس سے آگے چلائی؟ **مِنْ سُلَالَةٍ** سے اور سلالہ یہ مٹی کی ایک قسم ہوتی ہے مٹی کا نچوڑ ہے مٹی کا جو خلاصہ ہے نطفہ کے لیے یہ لفظ آتا ہے نطفے سے پھر اس کی نسل چلائی اس کی نسل ایک **ست** (عرق نکالا ہوا،جنا ہوا) سے چلائی تو جب اس **ست** سے اس کی نسل چلائی اور وہ **سُلَالَةٍ** ہوتا کیسے ہے **مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ** پانی کا ہوتا ہے پانی سے وہ بنا ہوا ہوتا ہے وہ خلاصہ جو مٹی کا ہے اور وہ پانی کیسا ہوتا ہے **مَهِينٍ** حقیر کیونکہ آپ کو پتہ ہی ہے **مَهِينٍ** کا مادہ کیا ہے **(ھ و ن)** اگر **هَوْن** استعمال ہو تو آسان اور نرم کے لیے آتا ہے **يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا** کہ وہ زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور اگر **هُونٌ** آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ذلیل و خوار کے کہ اس نے انسان کی نسل ایک ایسے **ست** سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہوتا ہے تو یہاں پر جو بات سوچنے والی ہے اور بہت اہم ہے وہ کیا ہے؟ کہ اللہ رب العزت ہم سب کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ انسان تیری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے تو حقیر پانی کے نطفے سے دنیا میں وجود میں آیا ہے اور نہایت قلیل مقدار میں یہ قطرہ ہوتا ہے **نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ (37) سورت القیامہ**۔ مرد کی طرف سے آتا ہے رحم مادر میں بچے کی جنس کے تعین کا ذمہ دار بن جاتا ہے اور قرآن میں کم از کم 11 مرتبہ یہ بات بتائی گئی ہے کہ انسان کو نطفے سے تخلیق کیا گیا اور کتنا ہوتا ہے یہ پانی معمولی مقدار اتنی معمولی ہوتی ہے کہ پیالہ خالی کر دینے کے بعد اگر پیالے میں تھوڑا سا پانی مائع چیز لگی ہوئی رہ جائے تو اتنا ہوتا ہے اور **سُلَالَةٍ** کیا ہے؟ بہترین حصہ، خلاصہ، جوہر اور کہتے ہیں کہ یہ مرد کی طرف سے خارج لاکھوں کروڑوں خارج ہوتے ہیں اور حمل کیلیے صرف ایک ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور لاکھوں کروڑوں میں سے اس ایک خلیے نطفہ کو قرآن پاک نے اس کو **سُلَالَةٍ** کہا ہے۔ سمجھ آئی بات کی؟ ان لاکھوں کروڑوں میں سے ایک کو قرآن نے **سُلَالَةٍ** کہا ہے کیوں؟ اس لیے کہ عورت میں بھی جو بہت سے بیضے ہیں وہ بار آور ہوتے ہیں پیدا ہوتے ہیں بہت سے تو ان میں سے بھی ایک چاہیے ہوتا ہے تو مرد کی طرف سے وہ **سلالہ** وہ پانی وہ نطفہ جس میں سے ایک خلیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ آتا ہے اور عورت کے ساتھ عورت کا جو بیضہ ہے اس سے آ کر جب وہ ملتا ہے تو اس سے تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے نکلتے تو بہت سے ہیں دونوں طرف سے لیکن ایک ان میں سے پھر آگے بار آور ہو جاتا ہے سائنس دان کیا بتاتے ہیں اس سلسلے میں میڈیکل سائنس کیا کہتی ہے کہ اوسطاً 30 لاکھ جرثومے ہوتے ہیں اور ان میں سے صرف ایک کی ضرورت ہوتی ہے یا پھر آپ یوں سمجھ لیں کہ خارج ہونے والا نطفہ ایک ہی ہے۔ نطفے کی مقدار کا **30 لاکھواں** حصہ وہ چاہیے ہوتا ہے حمل کے ٹھہرنے کے لیے تو یہ ہے اللہ تعالی نے انسان کی ایک ایسے خلاصے سے، ایسے نطفے سے نسل چلائی جو کہ حقیر پانی کی طرح کا وہ جو نطفہ ہوتا ہے اور قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اس کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے **وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ (45) مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ (46) سورت النجم** پھر جیسے پھر ایک جگہ اللہ رب العزت کہتے ہیں **إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (2) سورت الانسان**

آیت نمبر 9۔ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ
ترجمہ۔ پھر اس کو نِک سُک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دِل دیے تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو

ثُمَّ سَوَّاهُ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اس کے کیا معنی ہیں کہ نک سک سے درست کیا؟ کہ انتہائی باریک خورد بینی وجود سے بڑھا کر پھر پوری انسانی شکل تک اس کو پہنچایا اس کا جسم سارے اعضاء جوارح کے ساتھ مکمل کر دیا**سَوَّاهُ** جو اس کے معنی ہوتے ہیں سنوارنا نوک پلک درست کرنا آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں جیسے یہ Finishing touch کیا ہے۔ **وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ** پھر اللہ تعالی نے کیا کیا کہ اس کو پیدا کرنے کے بعد انسان کے اندر اپنی روح پھونک دی اور **روح** سے انسان کی وہ زندگی مراد نہیں ہے جو ہمیں بھاگتی دوڑتی نظر آتی ہے بلکہ اس سے مراد کیا ہے؟ وہ فکر و شعور، وہ عقل و تمیز ،فیصلہ اور اختیار جو انسان کے پاس ہوتا ہے اور اس کی جو قوت ہے جس کی وجہ سے انسان دوسری تمام مخلوقات پر فوقیت رکھتا ہے یا ان سے ممیز ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سے لے کر اس میں ڈالا تو اس کے معنی کیا ہیں ؟ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ یہ اسی کی مِلک ہے اس ذات پاک کی طرف اس کی نسبت ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرف منسوب ہو کر اس کی چیز کہلاتی ہے نا تو انسان کے اندر جو روح ہے جو فکر و شعور ہے وہ جو خاص جوہر ہے جس سے انسان اپنے زندگی میں فیصلے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف نسبت دی ہے۔ دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اندر اگر علم ہے فکر ہے شعور ہے ارادہ فیصلہ اور دوسرے بہت سے اوصاف اسکے اندر پائے جاتے ہیں۔ یہ سارے اوصاف اللہ کی صفات کا پرتو ہیں عکس ہیں تو مادے کی وجہ سے (مٹی کی وجہ سے)نہیں ہیں بلکہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح انسان کے اندر ڈالی اگر مثلاً انسان کے پاس علم ہے تو اس کو اللہ کے علم سے علم ملا ہے اگر انسان کے پاس حکمت اور دانائی ہے تو اللہ نے اپنے پاس سےاس کو حکمت اور دانائی دی ہے تو معنی کیا ہیں کہ انسان اللہ کی صفات کا پرتو ہے۔ **وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ** اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی **وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ** اور تم کو دیئے کان اور آنکھیں **وَالْأَفْئِدَةَ** اور دِل دیئے ۚ **قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ** تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے یہاں پر اللہ تعالیٰ ایک اور بات بتا رہے ہیں اور تم کو کان، آنکھیں اور دل دئیے۔ دیکھیں کان سے مراد کیا ہے ؟ سننا آپ سب کے پاس کان ہیں آپ ان کو محسوس کریں بعض لوگوں کا کان اس طرح کا بنا ہوا نہیں ہوتا(کان کٹ گیا یا کوئی بھی وجہ ہو) لیکن ان کے پاس سماعت ہوتی ہے بعض لوگوں کے پاس کان ہوتا ہے لیکن سماعت ان کے پاس نہیں ہوتی وہ سن نہیں سکتے تو مراد کیا ہے؟ سماعت ،تمہیں سنا دیا اسی طرح **وَالْأَبْصَارَ** کسے کہتے ہیں **عین** آنکھیں ہوتی ہیں اور آنکھوں کے اندر جو بینائی ہے جس سے ہم دیکھ سکتے ہیں وہ بصیرت ہے آنکھوں کا جو نور ہے۔ کیونکہ آنکھیں تو بہت لوگوں کے پاس ہیں لیکن بصارت سب کے پاس نہیں ہے پھر اسی طرح سے **وَالْأَفْئِدَةَ** اور دل دیئے دل سے مراد کیا ہے ؟ قلب تو قلب سب کے پاس ہے جیسے صدر ہے صدر کے اندر قلب ہے اور قلب کے اندر کیا ہے **وَالْأَفْئِدَةَ** ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟ انسان سوچتا سمجھتا ہے کبھی دل کو ذہن بھی کہا جاتا ہے کبھی دل سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مراد لی جاتی ہے تو اے انسان یہ سارا کچھ جو تمہیں دیا یہ کس نے دیا؟ تمہیں جو امیر بنایا تمہیں جو ان دولتوں سے مالا مال کیا کہ تم ہر سننے والی بات کو سن سکو ہر دیکھنے والی چیز کو دیکھ سکو ہر عقل میں آنے والی بات کو سمجھ سکو یہ کس نے کیا؟ اللہ تعالی نے کیا یہ کیوں کہا کہ **قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ** تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اتنے احسانات انسان پر اور انسان اتنا ناشکرا

کہ وہ اللہ کا شکر بہت ہی کم ادا کرتا ہے یعنی جتنے بھی انسان ہیں وہ اللہ کا شکر بہت ہی کم ادا کرتے ہیں **قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ** دوسرے اس کے معنی کیا ہیں کہ انسانوں میں سے شکر کرنے والے بہت کم لوگ ہیں تو میں اور آپ اپنی تخلیق کو دیکھیں کہ باقی جو کائنات ہے اس کی نسبت ہماری تخلیق بہت خوبصورت ہے ہمارے جسم کا ایک ایک بال، اللہ کی عنایت اور اللہ کی جو ربوبیت ہے اس پر اس کو شکر ادا کرنا چاہئے جو اللہ نے نعمتیں اور صلاحیتیں ہمیں دی ہیں ہمیں ان کو اللہ کی رضا کے کاموں میں استعمال کرنا چاہئے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بہت کم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں پھر وہی والی بات جو پیچھے آپ نے سورۃ لقمان آیت نمبر 12 میں پڑھی کہ اللہ تعالی نے حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا کی **وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ** اور حکمت کیا ہے؟ **رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ الله** شکر گزاری اور شکر گزاری کیا ہے؟ نعمتوں کا اعتراف نعمتوں کا اظہار اور جو اللہ تعالی نے نعمتیں دی ہیں ان کا استعمال کرتے ہوئے اللہ کے حق بندگی کو ادا کیا جائے پھر وہی بات ہمیں نمبر1- کیا کرنا ہے کہ جتنی بھی نعمتیں ہیں ان کو محسوس کریں ان پر غور و فکر کریں پھر نمبر 2- کیا کریں ان کا اعتراف کریں ان کو قبول کریں کہ یہ نعمت ہے مثلاً آپ گھر جاتی ہیں اور برتن بہت زیادہ دھلنے والے پڑے ہوئے ہیں اب کیا آپ کہتی ہیں یہ کیا مصیبت ہے اُف یہ مصیبت ہر وقت بچے ناک میں دم کر دیتے ہیں ادھر میں برتن دھوتی ہوں ادھر سنک بھر جاتا ہے میں تو ایک مشین بن کہ رہ گئی ہوں تو برتن دھلنے والے تب ہی ہوں گے جب بچے گھر ہوں گے جب بچے آپ کے پاس ہوں گے اگر بچے نہ ہوتے اگر شوہر نہ ہوتا تو پھر دھلنے والے برتن کہاں سے آتے تو کیا یہ ایک نعمت ہے کہ آپ کے گھر میں برتن دھلنے والے ہوتے ہیں اس کا یہ نہیں مطلب کہ برتن گندے پڑے ہیں برتنوں کو دھونا ہے لیکن ناشکری نہیں کرنی اسی طرح آپ صفائی کرتی ہیں بچے فوراً اس کو گندا کر دیتے ہیں گھر میں اودھم مچا دیتے ہیں اور آپ کہتی ہیں ستیاناس ان کا اور بعض اوقات ناشکری کے بہت غلط غلط جملے آپ بول دیتی ہیں تو بچے ہیں تو گھر کے اندر ایک رونق ہے بچوں کو بچے کیونکر کہیں اگر وہ گھر کے اندر چیزوں کو بے ترتیب نہ کر دیں۔ ویسے تو ترتیب کائنات کے اندر ہے ہمارے وجود ،ہمارے گھر میں بھی ہونی چاہئے کچھ چیزیں بچگانہ سی ہوتی ہیں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں ان کو اپنی زندگی کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے اور ایسے جملے نہیں ادا کرنا چاہئے جس سے اللہ تعالی کی ناشکری ہو۔ ناشکری کے الفاظ ہمیں اپنی گفتگو سے نکال دینے چاہئے کیونکہ ناشکری کے الفاظ اللہ کو سخت نا پسند ہیں مثلاً بعض لوگ ہائے ہائے بہت کرتے ہیں اُف ہائے اللہ یہ کیا مصیبت ہے بڑی ہی مصیبت ہے تو یاد رکھیں **وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ(19) سورة لقمان۔** شکر جہاں پہ آیا تھا اس کے بعد جو ساری تفصیلات تھیں اس کے اندر یہ چیز بھی آتی ہے ہماری آواز،گفتگو کے اندر شکر پایا جائے تو اللہ کا شکر ،اللہ تعالی کی نعمتوں کا احساس یہ بہت زیادہ ضروری ہے اور آپ دیکھیں بعض گھروں میں بچے جب بڑے ہو گئے ہاسٹل میں چلے گئے بچیوں کی شادی ہو گئی بیٹے بھی اپنے گھروں کے ہو گئے آپ سارا دن اکیلے گھر میں بیٹھے ہیں آپ یاد کرتے ہیں ان دنوں کو جب گھر میں رونق ہوتی تھی آپ انتظار کرتے ہیں کب بچے دوبارہ اکٹھے ہوں کب بیٹھیں کب ہنسی مذاق کریں کب وہ آپ سے مطالبہ کریں کب آپ ان کی خواہشات کو پورا کریں تو اصل بات پھر وہی ہے کہ انسان کم شکر ادا کرتا ہے **وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْابصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ** اور تم لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔ تو اس سلسلے میں اگر آپ میں سے کوئی دل ،آنکھیں ، کان ، پر کمپیوٹر سے تحقیق کر سکیں یا آپ کے بچوں میں سے کوئی اور پھر اس کو ہم یہاں پر پیش کر سکتے ہیں تاکہ تھوڑا اندازہ ہو کہ اللہ تعالی نے جو نعمتیں دی ہیں یہ کتنی بہترین ہیں اور میں آپ کے سامنے ایک بات رکھتی ہوں جیسے کان کے بارے میں ہے کہ انسانی کان کا ایک حصہ قریب قریب چارہزار ایسی باریک ترین لیکن پیچیدہ محرابوں پر مشتمل ہے آپ غور

کریں پورا کان نہیں بلکہ انسانی کان کا ایک حصہ جو قامت اور صورت کے لحاظ سے ایک مکمل تدریجی سلسلہ بناتا ہے اور پھر آپ انہیں اعلیٰ درجے کے موسیقی کے آلہ کی محراب سے تشبیہ دے سکتے ہیں اور اللہ تعالی نے کان کی جو پیچیدہ محرابیں ہیں اس انداز میں ان کو بنایا ہوا ہے کہ ان کی اہلیت آواز کے ہر اس مدو جزر کو جو بادلوں کی کڑک سے لے کر، ہوا سے ہلنے والے درختوں کی سائیں سائیں یا کسی سازینے کے ہر رکن کی علیحدہ علیحدہ سروں سے پیدا ہوتا ہے کو پوری صحت کے ساتھ وصول کرتی ہے اور فوراً دماغ تک پہنچاتی ہے آپ دیکھیں پتوں کی سرسراہٹ مختلف ہے، بادلوں کی کڑک مختلف ہے، کوئی ساز بج رہا ہے اور ساز کے اندر مختلف آلے استعمال ہو رہے ہیں وہ مختلف ہیں تو کان کے اندر اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ ہر اشارے اور اطلاع کو وصول کر کے فورًا دماغ تک پہنچاتا ہے اب یہاں پہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانی کان کی تخلیق اور ترتیب سے متعلق جو خلیے ہیں وہ کیسے کام کرتے ہیں اور وہ کس طرح سے ہر چیز کو لیتے ہیں اور اس کو پھر آگے وہ پہنچا دیتے ہیں۔ اب آپ آنکھ کو دیکھ لیں آنکھ بظاہر ہمیں چھوٹی سی نظر آتی ہے لیکن آنکھوں کے جو عدسے ہیں یہ اتنے بہترین ہیں جیسے مصنوعی عدسے ہمیں ملتے بھی ہیں لیکن آنکھ جیسا عدسہ آج تک سائنس ایجاد نہیں کر سکی کیونکہ آنکھ کے اندر بینائی ہے اور شیشہ ،عدسہ جو بھی ہے اگر آنکھ کے اندر بینائی ہے تو وہ فائدہ دیتے ہیں ورنہ کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ پھر آپ دیکھیں کہ آنکھ کے اندر لاکھوں کروڑوں ہڈیوں اور نسوں کی ایک کامل ترتیب ہے تو آنکھ جو ہے یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا کرشمہ ہے بہت بڑی نعمت ہے پوری ایک دنیا ہے چھوٹی چھوٹی بے شمار باریک اور بڑی نسوں سے مل کر آنکھ بنتی ہے سامنے کچھ نظر آتی ہے۔ پلکوں کو دیکھ لیں پلکیں کیا کرتی ہیں پلکیں آنکھوں کا پردہ ہیں آنکھوں کی حفاظت کرتی ہیں کہ کوئی چیز ان کے اندر گر نا جائے فورًا آنکھ بند ہو جاتی ہیں آپ کچھ بھی نہیں کہتیں جیسے ایک اشارہ ملتا ہے اور آپ کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو بہرحال اس پر مجھے اور آپ کو غور کرنا چاہیے اب میں اور آپ کیا کرتے ہیں بہت سے چشمے لگاتے ہیں آنکھوں میں عدسے ڈالتے ہیں اور پھر آنکھوں کا کتنا میک اپ کرتے ہیں لیکن کیا اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں **وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَلْابصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ** اسی طرح آپ دل کو دیکھ لیجئے دل کی اپنی ایک دنیا ہے آپ دیکھیں یہ میرے سامنے اس کی ایک تصویر بھی ہے کہ دل خون کے نظام کا ایک نہایت اہم جز ہے بلا شبہ ایک سو ٹریلین خلیوں کو انسانی جسم میں ایک ایک کر کے جوڑتا ہے دل کے چار مختلف خانے ہیں اور جو آکسیجن الگ کیے بغیر اور آکسیجن شامل کیے بغیر خون کو جسم کے مختلف حصوں کو یوں پمپ کر کے بھیجتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہیں ہوتے تو یہ کون کرتا ہے ؟ دل کی جو بناوٹ ہے نہایت نازک ہے لیکن دل عمر بھر ایک خاص رفتار سے دھڑکتا رہتا ہے ہماری کوئی مداخلت نہیں ہوتی تخلیق کی ایک زندہ مثال ہے جونہی ماں کے پیٹ کے اندر بچہ میں جان آتی ہے تو سب سے پہلے دل دھڑکنا شروع ہوتا ہے پھر پوری زندگی میں فی منٹ کے حساب سے کم سے کم 70 اور زیادہ زیادہ 100 بار دھڑکتا ہے۔ ہر دھڑکن کے درمیان نصف سیکنڈ کا وقفہ ہوتا ہے وہ نصف سیکنڈ کے لیے رکتا ہے اور دن میں تقریبا دس ہزار مرتبہ دل دھڑکتا ہے جب ہم انسانی زندگی کے عرصے پر غور کرتے ہیں تو کیا آپ اندازہ کر سکتی ہیں آپ گن سکتی ہیں کہ کتنی دفعہ دل دھڑکا ہے تو یہ کیا ہے کہ اللہ تعالی نے خون کو صاف کرنے کاآکسیجن ہمیں دینے کا ایک محفوظ نظام قائم کیا ہے اللہ تعالی نے ہمیں ایک پوری مشینری دے رکھی ہے پھر آپ دیکھیں کہ دل کو جسم کے ایک نہایت محفوظ حصے پہ رکھا گیا ہے خاص نمونہ کے ساتھ بنا کر رکھا گیا پسلیوں کے پنجرے میں ایک خاص نمونہ کے ساتھ بنایا گیا اس کا مقصد کیا ہے؟ کہ دل بیرونی چوٹوں سے پوری طرح محفوظ رہے پھر آکسیجن کے بغیر اور آکسیجن ملے ہوئے خون کو کبھی آپس میں گڈ مڈ نہیں ہونے دیتا یہ بھی کیا ہے ؟کہ اللہ تعالی نے خاص

پٹھوں سے دل کو چارخانوں میں تقسیم کر دیا ہے اوپر والا حصہ وہ ہے جس میں دل کا دایاں اور بایاں خانہ ہوتا ہے یہ خون بھر دینے والے خانے ہوتے ہیں یہ خون کو نیچے جوفِ دل میں بھیجتے ہیں اور پھر ان کی آپس میں ایک تقسیمِ کار ہوتی ہے ترتیب ہوتی ہے پھر یہ خون کے دباؤ کو اس طریقے سے ترتیب دیتا ہے کہ یہ اعضاء کو نقصان نہیں پہنچاتا دل صرف ایک پمپ کے طور پر کام نہیں کرتا بلکہ دو ملے ہوئے پمپوں کے طور پر کام کرتا ہے ہر ایک کا اپنا ایک خانہ ہوتا ہے اور دل کا دایاں حصہ خون کو نسبتاً کم پریشر کے ساتھ پھیپھڑوں کو بھیجتا ہے اور بایاں حصہ خون کو زیادہ دباؤ کے ساتھ پمپ کر کے پورے جسم کو پہنچاتا ہے خون کے اس دباؤ میں باقاعدگی بہت اہم ہے کیونکہ اگر وہ خون جو پھیپھڑوں کو پمپ کیا گیا اس کا دباؤ بھی وہی ہو جو اس خون کا تھا جسے پورے جسم میں بھیجا گیا تھا تو پھیپھڑے یہ دباؤ برداشت نہ کرسکیں گے اور کچلے جائیں گے دل کے اندر ایک بے نقص توازن پایا جاتا ہے اور اسے بڑی عمدگی سے اللہ تعالی نے بنایا ہے اور پھر ہمارے جسم کو بہت سے مواد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دل فراہم کرتا ہے دل کی جو نسیں ہیں وہ آکسیجن کو پٹھوں میں پہنچاتی ہیں جو تمام خلیوں تک جاتا ہے۔ ہارمون،خوراک اور دوسری غذائیں ان کے درمیان گردش کے دوران خون آکسیجن کے علاوہ دوسرے مواد بھی خلیوں میں تقسیم کرتا ہے پھر آپ دیکھیں کہ خون کے بہاؤ کی سمت کا تعین کہ کس طرف کو جائیں اور کس ترتیب سے جائیں اس میں بھی دل کے valves کام کرتے ہیں ریشے دار پٹھے ہوتے ہیں بہت پتلے پتلے پٹھے تھامے ہوئے ہوتے ہیں اگر ان پٹھوں میں سے کوئی ایک کام کرنا چھوڑ دے تو فالتو خون دل کے خانوں کی طرف بہنے لگتا ہے جس سے دل کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے تو اور بھی بہت سی باتیں ایسی ہمارے سامنے آتی ہیں

؎ تڑپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے
اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر

؎ حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
اے میر میری دونوں سے آشنائی ہے

دل ایک دھڑکتی ہوئی چیز ہے اور دل ہی وہ ہے کہ

؎ اے دل زندہ کہیں تو ہی نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو دی ہیں اور ہم نے ان کا شکر ادا کرنا ہے اور اس بات پر سوچنا ہے کہ اللہ نے یہ کیوں کہہ دیا کہ ہم کم شکر ادا کرتے ہیں تو پھر کیا کام ہے سورت لقمان میں کیا بات آخر میں نچوڑ کے طور پر ہم لائے تھے کہ نعمتوں کا اعتراف۔ تو آپ نے پھر کسی سے اعتراف کیا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں والدین ہیں یا پھر شوہر ہے یا پھر ان کے جو رویے ہمارے سامنے آتے ہیں کہ یہ نہیں کیا یہ نہیں کیا تو پھر ہم ناراض ہوتے ہیں۔ تو بہرحال اعتراف بہت ضروری ہے اقرار بہت ضروری ہے پھر اس کے مطابق عمل بہت ضروری ہے تو اللہ تعالی ہمیں ان چند لوگوں میں شامل کرلے جو اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہیں

آیت نمبر 10۔ وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ

ترجمہ۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں: "جب ہم مٹی میں رَل مِل چکے ہوں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟" اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں

وَقَالُوا اور یہ لوگ کہتے ہیں **أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ** کہ جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے **أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ** تو کیا پھر ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے **وَقَالُوا** یہ کون تھے ؟ کہتے ہیں یہ آیت ابی بن خلف کے بارے میں ہے اور یہاں پہ **أَإِذَا** یہ سوالیہ انداز ہے اور استفہام انکاری ہے۔ مذاق کے لیے ہے استہزا کے لیے ہے کیونکہ اُبی بن خلف اور اس کے ساتھی کیا کہتے تھے کہ جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے ختم ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے **أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ** کیونکہ وہ آخرت کا انکار کرتے تھے **بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ** اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں بات یہ نہیں ہے کہ ان کو اس بات پر یقین نہیں آتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جا سکتا ہے کہ نہیں ، نہ یہ اس بات کو سمجھنا چاہتےہیں اصل بات کیا ہے؟ **بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ** یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں یہ ہے اصل بات کہ رب سے ملاقات کرنا ہی نہیں چاہتے اور گویا کہ یہاں پر دو باتیں ہیں ان کا اعتراض کیا تھا نمبر 1۔ ہم مٹی میں رل مل چکے ہوں گے نمبر 2۔ اعتراض کیا تھا کیا پھر ہم نئے سرے سے پیدا کیا جائیں گے۔ تو مٹی میں رل مل جانا یہ تو کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہے لیکن نئے سرے سے پیدا کیا جانا یہ ان کا اعتراض بڑا اہم تھا کیونکہ مٹی میں رلنے کے بعد اگر اللہ چاہتا ہے تو کن کہتا ہے تو فیکون ہو جاتا ہے تو یہ دو جو اعتراضات ہیں اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ اصل میں ان کی بنیاد کیا ہے **بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ** کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ یہ رب سے ملاقات کی تیاری ہی نہیں کرنا چاہتے اور جب انسان عمل نہیں کرنا چاہتا تو پھر عمل نا کرنے کے سو بہانے ہوتے ہیں تو یہاں پر بھی دراصل زندگی بعد موت اور رب سے ملاقات اس کا ذکر کیا جا رہا ہے اللہ رب العزت پھر اس کا کیا جواب دیتے ہیں

آیت نمبر 11۔ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ
ترجمہ۔ اِن سے کہو "موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تم کو پورا کا پورا اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر تم اپنے رب کی طرف پلٹا لائے جاؤ گے"

قُلْ ان سے کہہ دیجئے **يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ** ان سے یہ بات کہہ دیئے کہ موت کا فرشتہ **مَلَكُ الْمَوْتِ** موت کا فرشتہ وہ کیا کرتا ہے **يَتَوَفَّاكُمْ** وہ تم کو موت دیتا ہے، وہ تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے، تمہیں وفات دیتا ہے۔ جب وفات ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے کہ روح جسم سے الگ ہو جاتی ہے اور **مَلَكَ** کسے کہتے ہیں ؟ فرشتے کو کہتے ہیں یہ لفظ اسم جنس ہےاور ویسے اگر آپ غور کریں تو انسان کی روح نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو یہ کام دیا ہے لیکن کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اکیلے وہ یہ کام نہیں انجام دیتے ان کے تحت بہت سے فرشتے بھی ہوتے ہیں کیوں؟ جیسے قرآن میں آتا ہے **الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (32) سورۃ النحل۔** وہاں پر ملائکہ آیا ہے ملائکہ ان کو موت دیتے ہیں روح جب قبض ہوتی ہے تو کہیں اللہ تعالیٰ **مَلَكُ الْمَوْتِ** کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کہیں وہ ملائکہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ایک فرشتہ نہیں ہے بلکہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ماتحت اور بہت سے فرشتے بھی شامل ہیں اور وہ کرتے کیا ہیں؟ کہ وہ انسان کی روح کو قبض کر لیتے ہیں **الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ** وہ جو تم پر مقرر ہے اللہ تعالیٰ نے موت کا فرشتہ تم پر مقرر کر دیا ہے لمحہ بھر نہ جلدی کرتا ہے اور نہ ہی تاخیر کرتا ہے بالکل کمی بیشی نہیں کرتا اب یہ جو اوپر ان کے شبہات تھے کہ **أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ** ؟ یہ دونوں جو باتیں تھیں ان کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے کہ اللہ کا وہ فرشتہ ہی وفات دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہر شخص پر معمور ہے اس وجہ سے کوئی شخص بھی مرنے کے بعد بھی اللہ اور اس کے جو فرشتے

ہیں ان کی نگرانی سے اوجھل نہیں ہو سکتا کیوں؟ **الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ** موت کا فرشتہ تم پر مقرر کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ تمہارا وکیل بنا دیا ہے اب فرشتہ کرتا کیا ہے فرشتے کی نگاہوں سے انسان لمحہ بھر کو اوجھل نہیں ہوتا جیسے کہ میں نے آپ کو سورۃ لقمان کے آخر میں بھی وہ واقعہ سنایا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کی روح فرشتے نے نکالنی تھی وہ اس کو گھور کر دیکھ رہا تھا تو وہ گھبرایا جب اس کو پتہ چلا کہ یہ ہے جو جان نکالتا ہے اس کو یہ نہیں پتہ تھا کہ میری جان نکالنی ہے اس نے کہا مجھے ہندوستان پہنچا دو اور اسی وقت آپ نے ہوا کو حکم دیا اور انہوں نے اس کو ہندوستان پہنچا دیا گیا پھر فرشتہ آیا اور پوچھا کہ وہ شخص کہا گیا جو یہاں بیٹھا تھا کہا کہ وہ تو آپ کو دیکھ کر ایسا ڈرا کہ اس نے کہا مجھے یہاں سے غائب کر دو گویا کہ حضرت سلیمان علیہ اسلام کے پاس موت کا فرشتہ آتا ہے تو مجھے غائب کر دو یہاں سے چھپا دو ہندوستان پہنچا دو تو میں نے ہوا کو حکم دیا اسکو وہاں پہنچا دیا اس نے کہا ابھی ابھی میں اسی کی روح کو قبض کر کے آرہا ہوں کیونکہ مجھے بڑی حیرت ہوئی آپ کے پاس بیٹھے دیکھ کر کہ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ ہندوستان اس کی جان نکالو اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہو۔ اصل بات کیا ہے کہ موت کے جو فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سب پر وکیل مقرر کیا ہے جیسے وکیل کو مقدمہ دے دیتے پھر وہ پوری پوری نگرانی کرتا ہے اس کو لڑتا ہے تو یہاں پر وہی بات ہے **ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ** پھر تم اپنے رب کی طرف پلٹا کر لائے جاؤگے اور یہ نہیں کہا کہ تم خود آؤگے بلکہ کیا کہا کہ تمہیں پکڑ کر لایا جائے گا چاہو یا نہ چاہو تمہیں ضرور اللہ رب العزت کے سامنے لاکر پیش کیا جائے گا۔ اللہ رب العالمین کی طرف انسان کا لوٹایا جانا یہ بات اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی نشاندہی کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو چھوڑیں گے نہیں، وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں رل مل جائیں گے ہمیں پھر زندہ کیا جائے گا کہا کہ ان کو پکڑ کر اللہ کے سامنے لاکر پیش کیا جائے گا اور کسی کو پکڑ کر کسی کے سامنے کیوں پیش کیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہوتے ورنہ تو انسان خوشی خوشی جاتا ہے اور اس وقت حال کیا ہوگا ؟

آیت نمبر 12- وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ

ترجمہ۔ کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے (اُس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) "اے ہمارے رب، ہم نے خوب دیکھ لیا اور سُن لیا اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب یقین آگیا ہے"

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ اور کاش تم اس وقت مجرموں کو دیکھو **وَلَوْ تَرَىٰ** اور کاش کہ تم دیکھو **إِذِ الْمُجْرِمُونَ** اس وقت مجرم۔ مجرم کون ہوتے ہیں جرم کرنے والے گناہگار مجرم وہ جنہوں نے توحید اور آخرت کا انکار کیا جنہوں نے پیغمبر کا اور کتاب کا انکار کیا کاش کہ تم اس وقت مجرموں کو دیکھو **نَاكِسُوا نَكَسٌ** اس کا مصدر ہے اور ناکس کی یہ جمع ہے **نَاكِسُوا** اور یہاں پر یہ آیا ہے فعل کی صورت میں اسم فاعل ہے اور **نَكَسَ** کا مطلب ہوتا ہے سروں کو جھکانا اور اللہ رب العزت کیا فرما رہے ہیں کہ کاش کہ تم اس وقت دیکھو کہ مجرم اپنے سر جھکائے ہوئے **رُءُوسِهِمْ** اپنے سر اور یہاں پر **رُءُوسِ** کا لفظ الگ بھی آگیا ہے تو رأس کی یہ جمع ہے رؤس کہتے ہیں۔ کسی بھی چیز کا جو اعلٰی حصہ ہوتا ہے اس کو رأس کہتے ہیں جیسے "**رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللہ** ": ابھی میں نے آپ کو بتایا تو **رُءُوسِهِمْ** سر کو جھکانا ہے لیکن سر کا کیسے جھکانا ہے؟ شرمندگی کے ساتھ رسوائی کا احساس لیے ہوئے کہ مجرم

اس وقت اللّٰہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کیسے کھڑے ہوں گے سر اٹھایا ہوا نہیں ہوگا بلکہ سروں کو جھکائے ہوئے اللّٰہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ دیکھئے کہ سروں کا جھکانا اس سے شرمندگی، ندامت ،رسوائی، پریشانی، ذلت ساری کی ساری چیزیں ٹپکتی ہیں کہ انہوں نے اللّٰہ کی نافرمانیاں کیں وہ سرکش تھے اور اب وہ سر کو جھکائے اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں **نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ** مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اور آپ دیکھیں کہ کام نہ کیا ہو تو استاد کے سامنے کھڑا ہونا مشکل لگتا ہے کہ کیا بات کہیں سو باتیں سوچتے ہیں اچھا یہ کہہ دیں گے یہ ہو گیا تھا مہمان آگئے تھے طبیعت کچھ بوجھل تھی اچھا نہیں یہ تو جھوٹ ہو جائے گا طبیعت تو ٹھیک ہے پھر کیا کہوں ؟ پھر بعض اوقات بچوں نے کام نہ کیا اور امی ابو کو جواب دینا ہو پھر اس وقت کیا کہتے ہیں کہ اب امی کو ہم کیا جواب دیں ابو جان کو ہم کیا بات کہیں امی آپ سے بات کرنا آسان ہے آپ سے کہہ جو دیا بس آپ ابو کو بتا دیجئے گا تو انسان بات نہیں کر پاتا تو دنیا میں یہ جو جرم کر رہے ہیں آج اکڑ رہے ہیں اور غرور کر رہے ہیں جیسے آپ نے سورت لقمان میں بھی پڑھا کہ **لہو الحدیث** میں وہ مبتلا ہوتے ہیں **احسن الحدیث** کو وہ چھوڑ دیتے ہیں تو پھر وہ کرتے کیا ہیں جب لہو الحدیث میں مبتلا ہوتے ہیں **وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا ---(7) سورة لقمان۔** کبر کرتے ہیں لیکن ان اکڑ، غرور **مُخْتَالٍ فَخُورٍ** ساری کیفیات ان سے ختم ہو جائیں گی اللّٰہ تعالیٰ کو جونہی دیکھیں گے اپنے سروں کو جھکا دیں گے بڑی بے بسی کا وہ منظر ہوگا بڑے بڑے سردار ہیں بڑے بڑے لوگ ہیں بڑے باغیچے بڑی دولت بڑا تخت تھا بڑی کرسی تھی بڑے ان کے ساتھ جتھے تھے لیکن آج حال کیا ہے۔ **وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ** کاش تم دیکھو جس وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اس آیت میں اس منظر کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ جب انسان رب کی طرف پلٹے گا اور حساب کتاب کا وقت ہوگا اس وقت انسان کا حال کیا ہوگا کہے گا **رَبَّنَا** اے ہمارے **رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ** اس وقت یہ کہیں گے اے ہمارے رب **أَبْصَرْنَا** ہم نے خوب دیکھ لیا (اب دیکھ چکے ہوں گے غیب کا پردہ تو ختم ہو چکاہے ہٹ چکا ہے) قیامت ہے حساب کتاب ہے اب ان کی زبانوں پر ایک ہی اعتراف ہوگا اب وہ بہانے وہ عذر وہ دنیا کی زندگی میں جو لہو الحدیث تھا جو کھیل تماشا تھا اب سب ختم اب پتہ چل گیا یہ تو ایک زندہ حقیقت ہے کہ اللّٰہ اور حساب کتاب **رَبَّنَا أَبْصَرْنَا** اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا **وَسَمِعْنَا** اور سن لیا خوب سمجھ میں آگئی بات یہ جو کچھ ہو رہا ہے حساب کتاب ہے کیا زندگی گزاری اب ہم کیا جواب دیں **فَارْجِعْنَا** پس تو ہمیں لوٹا دے کہاں لوٹا ؟ دنیا کے اندر**نَعْمَلْ صَالِحًا** ہمیں اس لیے لوٹا تاکہ ہم صالح یعنی نیک عمل کریں **إِنَّا مُوقِنُونَ** اب ہمیں یقین آگیا ہے اب اس بات کو ہم مانتے ہیں اب آپ دیکھئے کہ **مُوقِنُونَ مُوقِنٍ** کی جمع ہے یہ اسم فاعل ہے اور ایمان کا اگلا درجہ ہے اب تو وہ یہ پکار اٹھیں گے کہ ہمارا یقین ایقان کے درجے کو پہنچا ہوا ہے ہم اس بات کو مانتے ہیں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں بس آپ ہمیں ایک دفعہ دنیا میں جانے کا موقع دے دیجئے ایک دفعہ بس آپ ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیجئے پھر دیکھئے ہم کیسے عمل کرتے ہیں قرآن مجید میں لوگوں کا یہ جو انداز ہے اور ان کی یہ جو بات ہے اللّٰہ تعالیٰ نے بار بار بیان کی ہے آپ دیکھئے آپ سورۃ المومنون میں پڑھ چکی ہیں آیت 99نمبر میں ہے **حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99)** یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے **لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (100)۔ لَعَلِّي أَعْمَلُ تاکہ میں عمل کروں صَالِحًا** اچھے **فِيمَا تَرَكْتُ** جو کہ میں نے چھوڑ دیئے ہیں۔ یعنی مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر عمل کروں **كَلَّا** جواب کیا ملے گا ہرگز نہیں **إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا** یہ ایک کلمہ ہے یہ ایک بات ہے جو کہنے والا کہتا ہے

تو آپ دیکھ لیجئے کہ اس وقت انسان بار بار کہے گا کہ مجھے واپس دنیا میں ایک دفعہ بھیج دے **رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ** نکتہ کیا ہے؟ عمل کی بات پہلے ہے اور ایقان کی بعد میں ہے عام طور پر ایمان،ایقان ہوتا ہے تو عمل ہوتا ہے تو اب آپ دیکھیں کہ اب ان کی آنکھیں اتنی کھل چکی ہیں اب وہ اتنے پریشان حال ہیں کہ اب وہ پہلے کہتے ہیں کہ ہم عمل صالح کریں گے اور ساتھ ہی کہیں گے کہ ہاں ہم ایمان لاتے ہیں۔ دیکھیں زبان اب کیسے چل رہی ہے اب وہ بات کر رہے ہیں تو کیسے بات کر رہے ہیں اب ان کے سامنے حقیقت جب کھل کر آگئی ہے اب کہتے ہیں اللہ تعالی ہمیں واپس بھیج دے کہ ہم اچھے عمل کریں تو مراد کیا ہے کہ آخرت پر اب ایمان لانا چاہتے ہیں اب حسنِ عمل کرنا چاہتے ہیں اور "**ایمان بالغیب**" پر تو ایمان لائے ہی نہیں اور اللہ کا دستور تو یہ ہے ہی نہیں کہ دوبارہ بھیجے تو آپ سوچیں کہ جیسے کوئی یہ بات کہے کہ میں اب یہ کام کرتی ہوں اور میں اب داخلہ لیتی ہوں کیا بات کہی یہاں پر کہ ہم ایمان لاتے ہیں اب ہمیں یقین آگیا لیکن پہلے کیا ہےعمل صالح کریں گے کیسے ان کی آنکھیں کھل جائیں گی؟ کیسی ان کی باتیں ہوں گی جواب میں اللہ تعالی کی طرف سے ارشاد ہوگا

آیت نمبر 13۔ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
ترجمہ۔ (جواب میں ارشاد ہو گا) "اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے مگر میری وہ بات پُوری ہو گئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنّم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا

وَلَوْ شِئْنَا اگر ہم چاہتے **لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا** تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ حقیقت کا مشاہدہ کرنا اور جیسے قیامت کے دن حقیقت کا مشاہدہ کروایا جائے گا غیب ہٹ چکا ہو گا تو اگر اس طرح سے ایمان لانا مقصود تھا تو دنیا میں پہلے ہی اللہ تعالی مشاہدہ کروا کہ تمہیں ایمان دے دیتے اور تاکہ تم عمل کرتے تو ہمارا یہ طریقہ کار نہیں ہے **وَلَوْ شِئْنَا** اگر ہم چاہتے **لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا** تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے پھر تو یہ غیب اور نگاہوں سے حقیقتوں کو پوشیدہ رکھنا اس کی ضرورت ہی نہیں تھی **وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ** مگر میری بات حق ہو گئی پوری ہو گئی اور وہ بات کیا تھی جو حق ہو گئی پوری ہو گئی؟ **الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ** کہ میں ضرور بہ ضرور بھر دوں گا جہنم کو کس سے؟ **مِنَ الْجِنَّةِ** جنوں سے **وَالنَّاسِ** اور انسانوں سے **أَجْمَعِينَ** سب کے سب۔ اب یہاں پر اشارہ ہے اس بات کی طرف جس کا سورۃ ص کے آخری رکوع میں پورا قصہ اور نقشہ بیان کیا گیا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا نسلِ حضرت آدم علیہ اسلام کو بہکانے کے لیے قیامت تک کی مہلت مانگی اللہ تعالی نے کہا **لَاَمْلَئَنَّ جَہَنَّمَ مِنْکَ وَ مِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ (85)** اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو بھر دوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے تو اب کیا ہے بات کہ اب دنیا میں جا نہیں سکتے اور میرا طریقہ نہیں ہے کہ غیب کے پردے ہٹنے کے بعد کسی کی توبہ قبول ہو یا کسی کو عمل کرنے کا موقع دیا جائے اب وقت کس چیز کا ہے اب میری بات وہ سچی ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ اب میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا

آیت نمبر 14۔ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

ترجمہ۔ پس اب چکھو مزا اپنی اِس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا، ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے چکھو ہمیشگی کے عذاب کا مزا اپنے کرتوتوں کی پاداش میں"

فَذُوقُوا پس چکھو **بِمَا نَسِيتُمْ** جو تم نے نظر انداز کیا **(ن س ی)** کے معنی ہوتے ہیں نظر انداز کرنا اور ٹالنا یہاں نظر انداز کرنے کے معنی میں ہے کہ اب چکھو **بِمَا** اس کو **بِمَا** سبب کا ہے یہاں **(بَ) سببیہ** ہے کہ اب چکھو **بِمَا نَسِيتم** جو تم نے نظر انداز کیا **لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا** اس دن کی ملاقات کو تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا دنیا کے عیش میں گم ہو کر تم نے اس بات کو بھلا دیا کہ کبھی اپنے رب کے سامنے بھی جانا ہے **إِنَّا نَسِينَاكُمْ** آج ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے آج ہم نے تمہیں نظر انداز کر دیا **وَذُوقُوا** اور چکھو **عَذَابَ الْخُلْدِ** ہمیشگی کا عذاب **بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ** ہمیشگی کا عذاب کون سا ہے؟ جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے اب آپ دیکھ لیجئے دو دفعہ یہاں پہ **وَذُوقُوا** آیا ہے اللہ تعالیٰ کا سختی کا ڈانٹ کاانداز ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا انداز ہے اور اس ناراضگی کے انداز میں اللہ تعالیٰ کیا بات بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی امتحان گاہ ہے اور تم سب لوگ امیدوار ہو میں امتحان لینے والا ہوں دنیا میں جو کچھ ملا ہے یہ امتحان کے پرچے ہیں اولاد ہے پیسے ہیں کرسی ہے دولت ہے قد ہے اور رتبہ ہے یا گھر ہے جو کچھ بھی ہے تھوڑا ہے یا زیادہ یہ امتحان کے تمہارے پرچے ہیں تم اسی پر روتے رہتے ہو اور نا شکری کرتے رہتے ہو پریشان رہتے ہو اور بھول رہے ہو، نظرانداز کر رہے ہو کہ یہ پرچے حل کرنے ہیں اور پھر میں ان کو چیک کروں گا حساب بھی لوں گا تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جس نے پرچے اچھی طرح حل نہ کیے جس نے رب کے پاس جانے کی تیاری نہ کی جس نے اللہ کی بندگی کو اختیار نہ کیا اور جس نے نفس کی کبریائی کو چھوڑ کر اللہ کی اطاعت کو قبول نہ کیا تو یہ وہ لوگ ہوں گے کہ اللہ بھی ان کو قیامت کے دن بھلا دے گا اور ہمیشگی کے عذاب اس میں ان کو مبتلا کر دے گا اور یہ ایسے ہی نہیں اللہ کرے گا **بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ** دنیا میں جو تم عمل کرتے رہے تو یہ پورا سبق ہمیں کیا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل کیا کتاب بھیجی رسول کو بھیجا رسول کو کیوں بھیجا؟ کتاب کیوں نازل کی؟ تاکہ لوگوں کو توحید کا بتایا جائے کہ ایک اللہ کی بندگی کرنی ہے تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ دنیا کی زندگی ہمیشہ نہیں رہے گی مرنا ہے اللہ کے پاس جانا ہے اور حساب کتاب ہونا ہے تو پھر سب کو کرنا کیا چاہئے سب کو آخرت کی تیاری کرنی چاہیے اللہ کے پاس جانے کے بارے میں جو کام کرنے ہیں اس سلسلے میں لوگوں کو سنجیدہ ہونا چاہیے اور ہمارا حال کیا ہے کہ ہم دنیا کی رنگینیاں یا دنیا کے جو بھی کام ہیں اس میں میں اور آپ مصروف ہیں

ے مختصر سی زندگی ہے محبت کے لیے
وقت لاتے ہیں کہاں سے لوگ نفرت کے لیے

ے ہوائے دور مے خوش گوار راہ میں ہے
خزاں چمن سے ہے جاتی بہار راہ میں ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں

نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے

تو اصل بات کیا ہے کہ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنی چاہیے اور ہم سب کو یہ بات سوچنی چاہیے کہ اللہ کے پاس جائیں گے تو پھر ہمارا حال کیا بنے گا حساب کتاب ہوگا تو ہم کہاں پر کھڑے ہوں گے

ے ایک مشتِ خاک اور وہ بھی ہوا کی زد میں ہے
زندگی کی بے بسی کا استعارہ دیکھنا

تو کیا کریں آئیے میں اور آپ آخرت کی تیاری کریں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے۔
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ